رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

فہرست مضامین

جلد ۵ | ۹- اکتوبر ۱۹۱۷ء | شنبہ | مطابق ۲۱- ذوالحجہ ۱۳۳۵ ہجری | نمبر ۲۹

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح کے خطوط آئندہ قادیان کے پتہ پر آنا چاہئیں۔

موسمی بخار کسی کسی گھر میں پایا جاتا ہے۔

سیدنا حضرت امام اولوالعزم کے ورود دارالامان کے متعلق غالب امید یہی ہے کہ ۱۰۔ اکتوبر کو ہوگا۔ ۸۔ اکتوبر ایک بجے شملہ سے روانہ ہونگے۔

مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب تاحال کشمیر سے واپس تشریف نہیں لائے۔ جناب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب حضرت امام کے ساتھ شملہ پر تشریف لے گئے تھے۔ مگر آپکو بضرورت علیگڈھ جانا پڑا۔ جہاں سے آپ کچھ روز گذرنے ہیں کہ واپس قادیان میں تشریف لا چکے ہیں۔ جناب قاضی فضل کریم صاحب لاہور سے چند روز کے لئے تشریف لائے تھے، ۷ اکتوبر کو واپس

آپکے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے۔

اخبار احمدیہ

تبلیغ سلسلہ احمدیہ

گذشتہ دنوں خاکسار کو موضع بجو پورہ ضلع سہارنپور میں تبلیغ کے لئے بھیجا گیا تھا ایک ہفتہ متواتر مختلف مسائل پر میں نے تقریریں کیں۔ بالآخر مخالفین سے میں نے کہا کہ آپ کسی مولوی کو بلالیں۔ میرے مقابل پر وہ بھی اپنے بیان دے۔ آپ لوگ پھر خداداد عقل سے حق اور باطل میں تمیز کریں۔ یا اور نہیں تو جاؤ اپنے کسی مولوی سے قرآن کریم کی صرف ایک ہی آیت ایسی لکھوالاؤ جس میں مسیح کی زندگی اور آسمان کا لفظ موجود ہو۔ رائے پور میں ایک بڑے مشہور گدی نشین مولوی عبدالرحیم صاحب ہیں ان کے پاس وہ لوگ پہنچے جواباً مولوی صاحب نے گاؤں کے لوگوں کے نام ایک نصیحت نامہ لکھدیا کہ حرمین شریفین کے علماء سے بڑھکر کوئی قرآن کو نہیں سمجھ سکتا۔ ان کو حکم ٹھہرایا جاوے۔ یہ تحریر مجمع میں پڑھ کر سنائی گئی۔ میں نے کہا کہ دیکھو اس [illegible] کی آپ لوگ اتنی تعریف کرتے تھے۔ کرامت علی ایک عمر رسیدہ آدمی ہیں۔ برسات کا موسم پندرہ کوس کی مسافت طے کرکے مع اپنے ہمراہی کے مولوی عبدالرحیم صاحب کے پاس پہنچے۔ ان کو اتنا رحم نہ آیا کہ کوئی قرآنی آیت تو لکھدیتے اب پہلے آپ لوگ مکے مدینے جائیں اور پھر وہاں کے علماء کو جمع کرکے ان کے تمام اخراجات کو برداشت کرکے یہاں لائیں۔ تب فیصلہ ہوگا۔ کیا ان کی اس تحریر سے صاف ثابت نہیں ہوتا کہ وہ گلے پڑی بلا کو ٹالنا چاہتے ہیں۔ ہاں ایک ہمدردی آپ لوگوں سے انھوں نے یہ ضروری ہے کہ ایک خط مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے مدرس اعلیٰ مولوی خلیل احمد صاحب کیطرف جنھوں نے لکھدیا ہے کہ مرزائی بڑے دجال ہیں

انھوں نے کئی آدمی مرزائی بنائے ہیں۔ آپ للّٰہ ان کی مدد کریں آپ لوگ بتائیں میں نے دس گیارہ تقریریں کی ہیں کونسی دجالوں والی بات میرے منھ سے آپ نے سُنی خیر آپ لوگوں کی خاطر میں پہلے بھی دو روز ٹھہر گیا۔ اب آپ لوگوں کی خاطر میں اور بھی ٹھہر جاتا ہوں۔ سہارنپور بھی آپ ہو آویں۔ چنانچہ دوسرے روز وہ لوگ مولوی خلیل احمد صاحب کی خدمت میں پہنچے۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ تم لوگ دیوبند جاؤ۔ جس پر اُنھوں نے ہاتھ جوڑ کے کہ اب ہم مولویوں کے پیچھے دربدر پھرنے سے باز آئے آپ مہربانی فرما کر ایک دو آیتیں ہمیں ایسی لکھدیں کہ جن میں مسیح کی زندگی اور آسمان کا لفظ موجود ہو۔ تاہم کسی منھ سے گانوؤں میں جانے والے بنیں۔ غرض مولوی صاحب نے رحم کھا کر ان کو دو آیتیں لکھدیں

(۱) مالیضرونک من شئی کہ تجھے کفار کچھ ضرر نہیں پہنچا سکینگے۔

(۲) دوسری آیت اذ قال اللّٰہ یعیسی انی متوفیک ورافعک لکھدی۔ اور متوفیک کے معنی یہ کئے کہ میں تیری دنیا میں رہنے کی مدت پوری کرونگا۔ یہ تحریر بھی مجمع میں سنائی گئی۔ میں نے کہا دونوں آیتوں میں نہ زندگی کا لفظ ہے نہ آسمان کا حالانکہ مطالبہ ایسی آیت کا تھا جس میں زندگی اور آسمان کا لفظ موجود ہو۔ پھر پہلی آیت نبی کریمؐ کے حق میں ہے اور اُس کو حضرت عیسیٰ پر چسپاں کر رہے ہیں۔ پانچواں پارہ آخری پاؤ کا پہلا رکوع ترجمہ والا قرآن لاؤ۔ اور دیکھو صاف یہ آیت نبی کریمؐ کے متعلق ہے۔ پھر ایسے الفاظ کے موجود ہوتے ہوئے بھی کفار کے ہاتھ سے بہت کچھ دُکھ اور تکلیفیں ان کو پہنچیں۔ تو کیا آپ لوگوں کی غیرت تقاضا کرتی ہے کہ افضل الرسل حضرت محمد مصطفیٰ صلعم پر مصائب آئیں تو خدا تعالیٰ اُن کو تو بھاگ کر جان بچانے کا حکم دے۔ اور وہی مصائب جب حضرت عیسیٰ پر آئیں تو دشمنوں کے ذریعے ان کو آسمان پر اٹھا لے۔ دوسری آیت میں متوفیک کے معنی موت بھی خود یہ کرتے ہیں کہ میں دُنیا میں تیرے رہنے کی مدت پوری کرونگا۔ کتنی بڑی جرأت ہے کہ حضرت ابن عباس تو اس کے معنی ممیتک کرتے ہیں۔ جن کے حق میں نبی کریم دعا فرماتے ہیں اللّٰھم فقّھہ فی الدین۔ اور یہ ان معنوں سے اعراض کرتے ہیں اور غلط قرار دیتے ہیں۔ اور اگر ان کے معنی بھی تسلیم کر لئے جائیں۔ تو ان میں بھی ہماری ہی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ جس صورت میں خدا تعالیٰ نے وعدہ کے مطابق حضرت عیسیٰ کا دنیا میں رہنے کی مدت کو پورا کر دیا تو پھر یہ خیال خام کیوں دل میں جا بیٹھا ہوا ہے کہ وہ پھر دوبارہ دنیا میں آکر رہینگے۔ ان کی تو دنیا میں رہنے کی مدت پوری ہو چکی پھر خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے ھو الذی خلقکم من طین ثم قضی اجلاً کہ خدا نے تمکو پیدا کیا۔ پھر دنیا میں رہنے کی ایک مدت مقرر کر دی۔ پس جب یہ مدت ختم ہو جاتی ہے۔ اس کا نام موت ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی دنیا میں رہنے کی ایک سو بیس برس مدت مقرر کی تھی سو وہ پوری کر چکے۔ یعنی وفات پا چکے۔ ان لوگوں کے کہنے پر مولوی خلیل احمد صاحب کی تحریر کا تحریری جواب بھی میں نے ان کو دیدیا۔ اور میں نے کہا کہ دیکھو مولوی صاحب نے اپنی تحریر کے نیچے اپنے دستخط نہیں کئے۔ لیکن میں نے اپنی تحریر کے نیچے اپنے دستخط کر دیئے ہیں بیشک وہ اسکو شائع کریں۔ غرض جتنے روز میں وہاں رہا مبائعین میں ترقی ہی ہوتی رہی۔ حتیٰ کہ کرامت علی صاحب کا ایک ہی لڑکا تھا جو نہایت جوشیلا احمدی ہو گیا ہے۔ اور لڑکے کی والدہ نے کہا کہ دل سے تو میں نے بھی مرزا صاحب کو مان لیا ہے۔ مگر خاوند مجھے کہتا ہے کہ ابھی تم بیعت نہ کرو۔ دونوں ملکر بیعت کریں گے۔ اس لئے میں انتظار کرتی ہوں۔ سب کے نام جو سلسلے میں داخل ہوئے اور حضرت مرزا صاحب نبی اللّٰہ پر دل سے ایمان لائے ذیل میں درج کرتا ہوں۔ محمد حسن محمد یٰسین۔ رفیق احمد۔ محمد صدیق علیم الدین محمد صدیق خلیل احمد جمعیت۔ محمد قاسم۔ رحمت محمد اسمٰعیل۔ رحمت علی محمد صدیق۔ عظیمن۔ اللہ دی۔ سکینہ۔ شاہزادی۔ صغریٰ سعیدن۔ کلثوم۔ مجیدن۔ خاتون۔ دو شخصوں نے بیعت خلافت کی ہے۔ علیم الدین۔ محمد اسمٰعیل۔ احباب دعا فرماویں کہ خدا تعالیٰ ان سب کو استقامت بخشے۔ اور چونکہ اکثر مستورات ایسی احمدی ہوئی ہیں جن کے شوہر غیر احمدی ہیں احباب دعا فرماویں کہ خدا تعالیٰ . . . .

. . . .

کو بھی کچھ عطا کرے اور وہ بھی سلسلہ حقہ میں شامل ہو جاویں آمین (جمال احمد)

میرا انکار کل انبیاء کا انکار

یہ فقرہ جب الفضل میں چھپا ہے۔ مخالفین میں ایک طوفان بے تمیزی برپا ہے۔ ع

چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

بات صرف اتنی ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل نے پیشگوئی کی تھی دو مسیح کی۔ مسیح کی آمد ثانی کا نشان یہ بیان فرمایا کہ اسکا ایک بیٹا ہوگا۔ جو اس کا جانشین ہوگا۔ اسی طرح حضرت خاتم النبیین نے یتزوج ویولد لہ اپنے مسیح موعود کا نشان فرمایا۔ پس اس پیشگوئی کی عظمت کی طرف متوجہ کرنے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ میرا انکار انبیاء کا انکار ہے یا سیدنا محمد رسول اللّٰہ کا انکار ہے۔ اس کی بنا پر حضور کو مدعی نبوت قرار دینا صحیح نہیں بلکہ حضور کو تو دعوے ماموریت بھی نہیں۔ (اکمل)

مرد

مرکز کے فاضل ارجمند خانصاحب لکھتے ہیں کہ ہمنے قبر مردان کے مختلف علاقوں میں بھی دورہ کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام لوگوں تک پہنچایا۔ عید موضع مردان میں پڑھی۔ جناب میاں محمد یوسف سکرٹری انجمن احمدیہ مردان نے قربانی کی فلاسفی پر ایک لطیف تقریر فرمائی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللّٰہ بنصرہ کا اعلان فوری چندہ کے متعلق سُنایا گیا۔ ..۹ روپیہ کا چندہ ہو گیا ہے اور امید ہے کہ انشاء اللّٰہ تعالیٰ قریباً ۱۲ سو روپیہ تک چندہ پہنچیگا اور اکثر احباب نے سارے مہینہ کی تنخواہ اور آمد لکھوائی جماعت مردان کا یہ اخلاص اور ہمت دوسروں کے لئے قابل تقلید ہے۔

ایک احمدی کی عزت افزائی

جناب خان محمود خانصاحب احمدی ساکن معیار تحصیل مردان پریزیڈنٹ جماعت مردان کو سرکار عالیہ کی طرف سے کچھ انعام سالانہ اور کرسی نشینی عطا ہوئی ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ مبارک کرے۔

درخواست دعا

برادر اللّٰہ دین صاحب احمدی

منیجر [illegible] الفضل [illegible] احباب [illegible] دعا فرماویں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

الفضل

قادیان دارالامان - ۹ - اکتوبر ۱۹۱۷ء

جماعت احمدیہ شملہ کا سالانہ جلسہ

بمقام میانک ہال

۲۹ - ستمبر کی کارروائی

(ایڈیٹر الفضل کے قلم سے)

۲۹ - ستمبر ۱۹۱۷ء بروز ہفتہ حسب پروگرام قریباً دو بجے جلسہ کی کارروائی زیر صدارت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب شروع ہوئی۔ مولوی ظل الرحمن صاحب بنگالی نے تلاوت قرآن کی۔ اس کے بعد جناب میر قاسم علی صاحب نے اپنا لیکچر تناسخ پر شروع کیا۔ آپ نے بتایا کہ چونکہ تناسخ آریہ سماج کا ایک مایۂ ناز مسئلہ ہے اور اس پر وہ بڑا فخر کیا کرتے ہیں۔ اس لئے میں اس کے متعلق آج بتاؤنگا کہ یہ کیسا بودا اور کمزور ہے۔

تناسخ اور دیگر اہل مذاہب اس بات پر تو سب مذاہب کا اتفاق ہے کہ انسان اس دنیا میں جو اعمال کرتا ہے ان کی اسے ضرور سزا و جزا ملیگی۔ لیکن اس کے ملنے کے طریق کے متعلق آریہ سماج اور دوسرے مذاہب میں اختلاف ہے۔ اور وہ یہ کہ آریہ صاحبان کہتے ہیں کہ انسان کے اعمال کی سزا و جزا اسے اسی دنیا میں ملتی ہے۔ اگر اچھے عمل ہوں تو اسے اچھی جون میں جنم دیا جاتا ہے اور اگر بُرے ہوں تو بُرا۔ لیکن دیگر مذاہب والے کہتے ہیں کہ انسانی اعمال کی سزا و جزا ایک دوسرے عالم میں ملیگی۔

اثبات تناسخ کی دلیل اب دیکھنا ہے کہ آریہ سماج نے یہ عقیدہ کہاں سے نکالا۔ جہاں تک میں نے تحقیقات کی ہے ویدوں میں تو یہ مسئلہ ہرگز نہیں پایا جاتا۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ عقل اور مشاہدہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ تناسخ کا مسئلہ درست اور صحیح ہے۔ کیونکہ دنیا میں جو یہ اختلاف ہے کہ ایک امیر کے گھر پیدا ہوتا ہے۔ اور دوسرا غریب کے ہاں۔ ایک صحیح و سالم پیدا ہوتا ہے۔ اور دوسرا ناقص الاعضا والا۔ اس کی سوائے اس کے اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ یہ اختلاف ان کے گذشتہ اعمال کی وجہ سے ہے۔ اور اس سے ثابت ہو گیا کہ تناسخ کا مسئلہ درست ہے۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ اگر یہ اختلاف تناسخ کی وجہ سے ہے تو بتلایا جائے کہ آریہ سماج والے جو پرمیشور۔ جیو۔ اور پرکرتی کو فرداً فرداً ازلی مانتے ہیں۔ ان میں اختلاف کس وجہ سے ہے۔ اور کیوں پرمیشور جیو نہیں بن سکتا۔ پھر یہ بتایا جائے کہ ان کے کونسے اعمال تھے جن کی وجہ سے ان میں یہ اختلاف پایا جاتا ہے۔

اختلاف تناسخ کی دلیل نہیں پھر ہم جمادات میں اختلاف پاتے ہیں۔ ایک پتھر تو ہیرا کہلاتا ہے اور بادشاہوں کے تاج میں جڑا جاتا ہے۔ اور دوسرا پتھر پاخانہ میں لگایا جاتا ہے۔ ایک کی قیمت ہزاروں اور لاکھوں روپے ہوتی ہے اور دوسرے کو کوڑی سے بھی کوئی نہیں لیتا۔ اس اختلاف کی کیا وجہ ہے۔ اور ان کے کونسے اعمال تھے جن کی وجہ سے ان میں اس قدر اختلاف پایا جاتا ہے۔ پھر دیکھئے حیوانات میں کس قدر اختلاف پایا جاتا ہے۔ کسی ملک کے گھوڑے بڑے قد آور۔ اور خوبصورت ہوتے ہیں اور کہیں کے چھوٹے اور بدصورت۔ اسی طرح اور جانوروں میں بھی ملک ملک کے لحاظ سے فرق ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ پس جبکہ ان کا اختلاف تناسخ کی وجہ سے نہیں۔ تو انسانوں کے اختلاف کو کیوں تناسخ کے باعث سمجھا جاتا ہے۔

تردید تناسخ میں پہلی دلیل پھر وہ اشیاء جو تمام ذی روح کے لئے مدار زندگی ہیں ان کا ذی روح سے پہلے پیدا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اگر وہ پہلے نہ ہوں تو کوئی ذی روح زندہ نہیں رہ سکتا۔ مثلاً اگر ہوا۔ پانی۔ خلا۔ زمین۔ چاند۔ سورج پہلے نہ ہوتے تو کوئی ذی روح زندہ نہ رہ سکتا۔ اسی طرح ذی روح کے لئے کھانے کی اشیاء مدار زندگی ہیں ان کا بھی پیدا ہونا ضروری ہے۔ اب سوال ہوتا ہے کہ وہ اشیاء آئی کہاں سے۔ ہمارے دیانتدی دوست کہتے ہیں کہ انسانوں کی بداعمالی کی وجہ سے سب کھانے پینے کی چیزیں پیدا ہوئی ہیں۔ لیکن ایسا ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ اعمال کرنے کے لئے انسان کا موجود ہونا ضروری ہے اور جب انسان کا موجود ہونا ضروری ہے تو اس سے پہلے اس کے کھانے کی اشیا کا موجود ہونا ضروری ہے۔ اس لئے وہ اس کے اعمال کے نتیجہ میں نہیں ہو سکتا۔ اس سے تناسخ کی ایک جڑ تو کٹ گئی۔ کہ انسان کے کھانے کی چیزیں تناسخ کی وجہ سے نہیں ہیں۔ یہی باعث ہے کہ آریہ سماج کا ایک گروہ نباتات میں روح نہیں مانتا۔ مگر پنڈت دیانند صاحب نے لکھدیا ہے کہ نباتات میں روح ہے اس لئے وہ اس سے انکار نہیں کر سکتے۔

دلیل دوم پھر جب کہ میں نے بتایا ہے کہ آریہ صاحبان پرمیشور۔ جیو اور پرکرتی کو علیحدہ علیحدہ انادی اور غیر مخلوق مانتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ جیو اور پرکرتی بننے والے اور پرمیشور بنانے والا ہے۔ اور پرمیشور نے ان دونوں کو ملا کر انسان بنا دیا۔ اب سوال ہوتا ہے کہ سب سے پہلے جو انسان پرمیشور نے بنایا وہ اس کے کن اعمال کے نتیجہ میں بنایا ظاہر ہے کہ اس کے کوئی اعمال نہیں تھے۔ اس لئے تناسخ باطل ہو گیا۔ اور سنئے۔

دلیل سوم کہا جاتا ہے کہ دنیا میں غریب اور امیر۔ بیمار اور تندرست۔ اندھا اور سوجاکھا انسان اپنے گذشتہ اعمال کی سزا یا جزا میں بنایا جاتا ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ایک بچہ غریب اور نادار والدین کے پیدا ہو کر بڑا امیر و کبیر بن جاتا ہے اور اسی طرح ایک بچہ مالدار اور دولتمند والدین کے ہاں پیدا ہو کر نادار اور مفلس ہو جاتا ہے اور اس طرح یہ دونوں قسم کے انسان پرمیشور کی سزا و جزا کو اپنی قوت بازو سے بدل دیتے ہیں۔ پرمیشور تو ایک روح کو اس کے بُرے اعمال کی سزا دینے کے لئے اسے غریب گھر میں پیدا کرتا ہے۔ مگر وہ اتنی طاقت و قدرت رکھتا ہے کہ پرمیشور کی دی ہوئی سزا کو بدل دیتا ہے۔ سزا کی بجائے انعام حاصل کر لیتا ہے۔ اسی طرح پرمیشور ایک جیو کو اس کے اچھے اعمال کی جزا دینے کے لئے اسے امیر گھر میں پیدا کرتا ہے۔ اور امیر بڑا انعام کرتا ہے۔ مگر وہ مفلس ہو کر اسے خاک میں ملا دیتا اور خدا کا سب کیا کرایا دھرا رہ جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر یا غریب کے گھر پیدا ہونا گذشتہ اعمال کی وجہ سے نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہو تو پھر کبھی کوئی امیر کے گھر پیدا ہونے والا غریب اور غریب کے گھر پیدا ہونے والا امیر نہ ہو سکتا۔ پھر دیکھئے انسانوں کو جو بیماریاں ہوتی ہیں۔ ان کے علاج اور دوائیاں موجود ہیں۔ اور ان سے وہ دور

ہو جاتی ہیں - لیکن اگر یہ گذشتہ اعمال کے نتیجہ میں ہوتیں تو نہ ان کے علاج موجود ہوتے - اور نہ وہ دور ہو سکتیں - مگر سوامی دیانند صاحب ہوم کو ضروری قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب تک ہوم کرنیکا رواج رہا تب تک آریہ ورت ملک بیماریوں سے بچا ہوا اور آسائشوں سے بھرپور تھا - اب بھی رواج ہو تو ویسا ہی ہو جاوے" (ستیارتھ صہ۴۹ ایڈیشن اول)

اس سے معلوم ہو گیا کہ سوامی صاحب کے نزدیک بھی بیماریوں کا علاج موجود ہے - اور اس سے لوگ اچھے ہو سکتے ہیں پس یہ غلط ہو گیا کہ بیماریاں گذشتہ جنم کے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہیں -

دلیل چہارم اور دیکھئے ہوم جس کا کرنا سوامی صاحب نے ہر ایک آریہ کے لئے نہایت ضروری قرار دیا ہے اور اس کے بغیر کوئی آریہ ہی نہیں ہو سکتا - لیکن یہی ہوم تناسخ کی جڑ کاٹنے والا ہے - کیونکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ اس میں گھی اور کستوری ڈالی جائے - ان کے علاوہ اور بھی چیزیں ہیں - مگر یہ نہایت ضروری جزو ہیں - اب دیکھنا یہ ہے کہ گھی اور کستوری آتی کہاں سے ہے - کستوری ایک ہرن کے پیٹ سے نکلتی ہے - جو شکار کیا جاتا ہے اور مرنے سے پہلے ہی اس کے پیٹ سے نکالی جاتی ہے - اگر وہ مر جائے تو پھر نہیں نکل سکتی - اور گھی گائے بھینس کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے اس لئے ہوم کرنے کے لئے ان دونوں کا ہونا نہایت ضروری ہے - ورنہ کوئی آریہ ہی نہیں ہو سکتا - کیونکہ عبادت نہیں کر سکتا - اب دیکھئے کہ یہ آتی کہاں سے ہیں - آریہ صاحبان کہتے ہیں کہ بعض انسانوں کی بداعمالی سے انھیں گائے اور ہرن بنا دیا جاتا ہے - اس سے معلوم ہو گیا کہ اگر بداعمالی نہ ہو تو نہ ہرن ہوں نہ گائے - اور جب یہ نہ ہوں تو ہوم نہ ہو سکے - اس لئے آریہ صاحبان کی اس عبادت کا دار و مدار بداعمالی پر ہوا - کیونکہ اگر لوگ بداعمالی کو چھوڑ دیں تو نہ کوئی گائے بھینس بنے نہ ہرن پیدا ہوں - اور جب یہ نہ ہوں تو نہ گھی ملے نہ کستوری - اس لئے ہوم ہی نہ ہو سکے -

دلیل پنجم پھر دیکھئے ایک بچہ کے پیدا ہوتے ہی اس کی ماں مر جاتی ہے - اس کی پرورش کا کیا انتظام ہو گا - یہی کہ اگر امیر کا ہے تو انا رکھ لیجائیگی - اور اگر غریب کا ہو تو گائے بھینس بکری کے دودھ سے پرورش ہوگی - اب سوال ہوتا ہے کہ اگر انسان گناہوں - اور برائیوں کے مرتکب ہو کر - گائے بھینس - بکری نہ بنتے تو کیا آریہ سماج کا پرمیشور اسے زندہ رکھ سکتا تھا - ہرگز نہیں - اس لئے معلوم ہوا کہ اس بچہ کی زندگی کا باعث انسانوں کی وہ بداعمالیاں ہیں جن کے باعث وہ گائے بھینس بکری بنے - مگر ایسی بداعمالی سے بڑھ کر کونسا نیک کام ہوگا جس کے ذریعہ انسان کی جان بچائی جا سکے - معلوم ہوتا ہے کہ آریہ صاحبان کے پرمیشور نے جو یہ نہیں بتایا کہ فلاں گناہ کی وجہ سے فلاں جون میں ڈالا جاتا ہے اور فلاں کی وجہ سے فلاں میں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا تو وہ ویسے جرم کرنے چھوڑ دیں گے - اور پھر مختلف جونوں میں جانیکی وجہ سے دنیا کا کارخانہ درہم برہم ہو جائیگا - اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ پرمیشور خود چاہتا ہے کہ لوگ گناہ اور برائیاں کریں تا کہ مختلف اشیاء پیدا ہوتی رہیں - پھر آریہ صاحبان مانتے ہیں کہ پرمیشور چاہتا ہے کہ وہ لوگوں کو برائیوں سے بچائے اور نیک بنائے - اس لئے اس نے ویدوں اور رشیوں کو بھیجا ہے - لیکن ہماری ضروریات چاہتی ہیں کہ برائیاں اور بداعمالیاں بہت کثرت سے ہوں - کیونکہ اگر سب لوگ نیک اور پاک ہو جائیں تو یہ سب چیزیں مٹ جائینگی - دنیا کے حالات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پرمیشور جو کچھ چاہتا ہے وہ تو پورا نہیں ہو رہا - البتہ جو انسان کی ضروریات چاہتی ہیں وہ پورا ہو رہا ہے - پھر دیکھئے اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ فلاں گناہ کی وجہ سے گیہوں اور فلاں کی وجہ سے چنے وغیرہ پیدا ہوتے ہیں تو کیا مزے کی بات ہوتی گیہوں وغیرہ پیدا کرنے کیلئے فیکٹریاں کھول دیجاتیں اور انہیں ملازم رکھ کر انسے گیہوں پیدا کرنیوالے گناہ کرائے جاتے اور اب جو آٹھ نو سیر گیہوں بکتی ہے اسکی بجائے ۴۰ - ۵۰ سیر فروخت کیا کرتے - خریدنے والوں کو بھی آرام ملتا اور بیچنے والے بھی خوب نفع کماتے - پھر آجکل گورنمنٹ کو لڑائی کیوجہ سے گھوڑوں اور خچروں کی ضرورت ہے - اگر یہ معلوم ہو جائے کہ یہ کس گناہ کے عوض بنتے ہیں تو وہی کرائے جاتے اور گھوڑے وغیرہ تیار کرا کر گورنمنٹ کی مدد کیجاتی - مگر افسوس کہ یہ معلوم ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے -

دلیل ششم تناسخ کے متعلق ایک اور بات قابل غور یہ ہے کہ سزا جو کسی کو دیجاتی ہے اس کی یہ غرض ہوتی ہے کہ جو جرم اس نے کیا ہے پھر نہ کرے - دوسرے یہ کہ دوسروں کے لئے عبرت ہو - اور وہ اس کے ارتکاب سے بچیں - مگر ہمارے آریہ دوست پرمیشور کے سزا دینے کا جو طریق پیش کرتے ہیں وہ ایسا ہے کہ جس میں ہرگز یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ کس جرم میں اور کیوں دیگئی ہے - پھر اس سے سزا کی غرض یعنی اصلاح کیونکر ہو سکتی ہے - پھر اس سے دوسرے عبرت کس طرح حاصل کر سکتے ہیں - جب خود ملزم کو اپنے جرم کا علم نہیں ہے - اس سے معلوم ہوا کہ پرمیشور اصلاح کی غرض سے سزا نہیں دیتا - بلکہ دنیا کے کارخانے کو چلانے کے لئے دیتا ہے - کیا یہ ایک عادل اور منصف ہستی کا کام ہو سکتا ہے - ہرگز نہیں -

سوال و جواب یہاں تک لیکچر ختم ہو چکا تھا کہ وقت ختم ہو گیا اور پریزیڈنٹ صاحب نے اعلان کیا کہ اب ڈیڑھ گھنٹہ دس دس منٹ کے حساب سے سوال و جواب کے لئے ہے - اگر کسی صاحب نے اس بیان کردہ مضمون پر اعتراض کرنا ہے تو کر سکتا ہے اور کوئی تیار نہ ہو تو میر صاحب اپنا لیکچر جاری رکھیں - ہاں جو صاحب اعتراض کرنے کے لئے کھڑے ہوں ان کو خیال رکھنا چاہئے کہ ان کے اعتراض حق فہمی اور صداقت کی تحقیقات کے لئے ہونے چاہئیں نہ کہ خواہ مخواہ وقت ضائع کرنا چاہئے -

اسپر ایک آریہ صاحب جن کا نام گوپی چند تھا اور جو پہلے آریہ سماج کے مشہور پرچارک رہ چکے تھے کھڑے ہوئے اور سوال کرنے سے پہلے چند منٹ کچھ کہنے کیلئے اجازت چاہی جو بڑی خوشی کر دیگئی - اسپر انھوں نے کہا کہ رات کو میں نے کلیات مسافر اسغرض کیلئے پڑھی کر دیکھوں آریوں کی طرف سے اسلام پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں ان میں کوئی جان بھی ہوتی ہے یا نہیں تو معلوم ہوا کہ سارے کے سارے اعتراض غلط اور فضول ہیں - یہ میں نے اس لئے بتایا ہے کہ اب بھی میں جو اعتراض کرونگا وہ تحقیقات کے لئے کرونگا نہ کہ تعصب کی وجہ سے میر صاحب کا پچھلا مباحثہ جو ۲۳ تاریخ کو آریوں سے ہوا - اس میں میں نے دیکھا کہ میر صاحب کے کئی اعتراضات کا مہاشہ رامچندر جی کوئی جواب نہ دے سکے - اور ادھر ادھر کی باتوں میں وقت ضائع کرتے رہے - لیکن میں ایسا نہیں کرونگا - جس بات کا مجھے جواب نہیں آئیگا اسے میں تسلیم کرونگا - اور صرف سمجھنے اور سچائی حاصل کرنے کے لئے اعتراض کرونگا - اب میں اعتراض کرتا ہوں: -

میر صاحب نے کہا ہے کہ آریہ صاحبان کہتے ہیں کہ ایک غریب کے گھر پیدا ہوتا ہے۔ ایک امیر کے اگر تناسخ کی وجہ سے یہ اختلاف نہ مانا جائے تو خدا عادل نہیں ٹھہرتا۔ اسکے متعلق میر صاحب نے پھولوں کی مثال دی ہے کہ ان میں کیوں اختلاف ہے۔ کیا ان کے بھی اعمال کا نتیجہ ہے میں کہتا ہوں ان میں احساس نہیں ہے اور انسانوں میں ہے اسلئے یہ مثال ٹھیک نہیں ہے

پھر میر صاحب نے کہا ہے کہ جس طرح حیوانات میں اختلاف ان کے اعمال کی وجہ سے نہیں ہے اسی طرح انسانوں کا اختلاف بھی ان کے اعمال کا نتیجہ نہیں ہے لیکن جب یہ بات ہی محتاج ثبوت ہے کہ حیوانات کا اختلاف ان کے اعمال کا نتیجہ نہیں تو پھر یہ دلیل کس طرح ہو سکتی ہے۔

اب میں ایک سوال پوچھتا ہوں اگر اسکا جواب دیدیا جائے تو تناسخ کا فیصلہ ہو جاتا ہے اور وہ یہ کہ آپ لوگ مانتے ہیں کہ روح کو خدا نے پیدا کیا۔ اب سوال ہے کہ روح کو پیدا کرنے کی کیا غرض تھی اگر کہو کہ اعمال کے بدلہ میں تو تناسخ سدھ ہے اور اگر یہ نہیں تو اور وجہ بتلائی جائے۔

میر صاحب۔ میرے دوست مہاشہ جی نے جن سے میں واقف نہیں ہوں۔ میری پہلی دلیل کے متعلق کہا ہے کہ جمادات کا اختلاف ا[illegible] تناسخ کا نتیجہ نہیں ہے کہ اس میں احساس نہیں ہے لیکن حیوانات میں چونکہ احساس ہے اسلئے گذشتہ اعمال کے نتیجہ میں ہے اس سے انہوں نے یہ تو تسلیم کر لیا۔ کہ مطلق اختلاف تناسخ کے درست ہونے کی دلیل نہیں ہے اسلئے اب ان اشیاء کا اختلاف رہ گیا جنمیں احساس ہے لیکن میں اپنے دوست کو نباتات کی طرف توجہ دلاتا ہوں اسمیں پنڈت دیانند صاحب نے انسانی روح مانی ہے مگر کیا اسمیں احساس ہے ہرگز نہیں کبھی کسی نے نہیں دیکھا کہ درخت کاٹتے وقت چیخا چلایا ہو۔ یا اس نے ہاتھ روک دیا ہو پس یہ بات بھی غلط ہو گئی کہ جن اشیاء میں احساس ہو وہ تناسخ کا نتیجہ ہوتا ہے اور معلوم ہو گیا کہ احساس کی وجہ سے تناسخ صحیح نہیں ہے۔

پھر مہاشہ جی نے کہا ہے کہ میں نے حیوانات میں اختلاف تو بتایا ہے مگر اسکی کوئی دلیل نہیں دی کہ یہ تناسخ کی وجہ سے نہیں ہے مگر یہ بات تو بالکل صاف ہے دیکھئے حصار کی گئے اور یہاں کی گئے میں کتنا فرق ہے حالانکہ آپ کے اگر عقیدہ کے مطابق دونوں جب ایک ہی قسم کے گناہ کے نتیجہ میں ہی ہیں تو ان کو ایک ایسا ہی ہونا چاہئے تھا۔ یہی بات اور چیزوں کے متعلق ہے اس سے معلوم ہوا کہ گذشتہ اعمال کی وجہ سے نہیں بلکہ ملک کی آب ہوا کی وجہ سے ان میں اختلاف ہے اور اس سے تناسخ باطل ہو گیا۔

(وقت ختم ہو گیا اس لئے بقیہ سوال کا جواب نہ دیا جا سکا)

مہاشہ جی۔ میر صاحب کہتے ہیں کہ حیوانات میں جو اختلاف ہے۔ اسکی وجہ آب و ہوا ہے میں اسے مان لیتا ہوں۔ مگر اس سے میرا سوال تو بنا ہی رہتا ہے کہ ایک ملک کی آب ہوا کے اچھا اور برا ہونے کی کیا وجہ ہے اور ان کو مختلف ملکوں میں کیوں پیدا کیا گیا۔ اسکا کیا باعث ہے اسی طرح ایک بچہ جو صحیح و سالم پیدا ہوتا ہے اور دوسرا لنگڑا۔ کانا وغیرہ ان میں اختلاف کی کیا وجہ ہے۔

میں نے کہا تھا کہ میر صاحب اگر ایک بات کا جواب دیدیں تو سارا فیصلہ ہو جاتا ہے اور وہ یہ کہ روح کو خدا نے کیوں پیدا کیا اور اسکو انسانی جسم دینے کی کیا غرض تھی آریہ سماج تو کہتا ہے کہ پہلے اعمال کی وجہ سے دیا مگر آپ بتائیں کہ کیوں دیا۔

اب میں بتاتا ہوں کہ قرآن بھی تناسخ کی تصدیق کرتا اور اسکو مانتا ہے چنانچہ اسمیں لکھا ہے (یہ کہکر مہاشہ جی نے آیت پیش کرنی چاہی کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ تحشرون لیکن سامعین مطلق نہ سمجھ سکے کہ آپ کس زبان میں درافشانی کر رہے ہیں اور ایک لفظ بھی تو آپکے منہ سے صحیح اور درست نکلا)

اسمیں خدا کہتا ہے کہ تم مردہ تھے پھر ہم نے تمکو زندہ کیا تو معلوم ہوا کہ انسان پہلے کوئی چیز تھا تب ہی تو مردہ ہوا اور پھر زندہ کیا گیا پھر ماریگا اور پھر زندہ کریگا اس سے معلوم ہوا کہ کسی اور جون میں ڈالیگا۔

اس گفتگو کے بعد چونکہ مہاشہ جی بار بار اپنے پہلے سوالات کو ہی دہراتے رہے اور باوجود جواب سننے کے یہی کہتے رہے کہ میرے سوالات کا جواب نہیں دیا گیا اسلئے میں تکرار بیان کو ترک کرکے میر صاحب کے جواب لکھ دیتا ہوں ہاں! مہاشہ جی نے کونوا قردۃ خاسئین کی آیت بھی پہلے ہی طریق سے تناسخ کی تائید میں پیش کی تھی اور کہا تھا کہ خدا نے انسانوں کو سؤر اور بندر بنا دیا تو ثابت ہوا کہ تناسخ درست ہے۔ اس لئے اسکا ذکر کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ تاکہ وہ یہ خیال نہ کریں کہ میری ایک زبردست دلیل کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ نیز مہاشہ صاحب نے اپنی اس خفت کے مٹانے کے لئے جو آپکو بھرے مجمع میں ہوئی چیلنج بھی دیا کہ مجھ سے جس مسئلہ پر چاہیں گفتگو کر لیں۔

میر صاحب۔ مہاشہ جی بار بار کہتے ہیں کہ اگر یہ بتا دیا جائے کہ خدا نے روح کو کیوں پیدا کیا تو تناسخ کا فیصلہ ہو جاتا ہے پہلے اب میں بتاتا ہوں۔ خدا نے روح کو انسانی جسم میں عمل کرنے کے لئے پیدا کیا مگر آپ کہتے ہیں کہ انسان کو گذشتہ اعمال کی وجہ سے پیدا کیا یہ فرق ہے ہمارا عقیدہ صاف ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔ لیکن آپکے عقیدہ پر سب سے پہلے اعتراض پڑتا ہے کہ جب پرمیشور جیو اور مادہ کو آپ انادی مانتے ہیں تو پرمیشور نے ان دونوں کو ملا کر کیا چیز پیدا کی اور کیوں کی۔

اختلاف کے متعلق میں نے کئی بار بتایا ہے کہ اندھے اور سوجاکھے امیر اور غریب میں جو اختلاف ہے وہ گذشتہ اعمال کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اسکے اور کئی اسباب ہیں کیا یہ ممکن ہے یا نہیں کہ اگر احتیاط کیجائے اور حفظان صحت کے اصولوں کو مدنظر رکھا جائے تو بچہ تندرست پیدا ہو سکتا ہے ضرور ممکن ہے دیکھئے سوامی دیانند صاحب لکھتے ہیں:۔

"جو لوگ دوائی کا استعمال اور پرہیز وغیرہ مناسب کاروائی نہ کر کے دغابازوں۔ پاکھنڈیوں۔ برے درجے کے جاہلوں۔ مذموم شیوہ رکھنے والوں۔ خود غرض۔ بھنگی۔ چمار۔ شودر۔ ملیچھ وغیرہ پر بھی معتقد ہو کر طرح طرح کے مکر و فریب اور عیاریوں میں مبتلا ہوتے۔ جوٹھ کھاتے۔ ڈورا دھاگہ وغیرہ جھوٹے منتر جنتر باندھتے۔ بندھواتے پھرتے ہیں۔ اپنی دولت کو برباد کرتے اور اولاد وغیرہ کی بری حالت کو بڑھا کر دکھ اٹھاتے ہیں"

ستیارتھ پرکاش اڈیشن اول صفحہ ۳۳

اس سے معلوم ہو گیا کہ اگر اولاد کا علاج معالجہ اور احتیاط کی جائے تو اسکی بری حالت اور امراض دور ہو سکتی ہیں اور ایسا نہ کرنے سے وہ دکھ اور تکلیف میں مبتلا ہو جاتی ہیں پس جو والدین احتیاط کرتے ہیں ان کی اولاد اچھی تندرست ہوتی ہے اور جو نہیں کرتے ان کی کمزور اور بیمار نہ کہ گذشتہ اعمال کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے۔

پھر جب آپ نے مان لیا کہ حیوانات کے اختلاف کی وجہ آب ہوا کا اثر ہے تو یہی بات انسانوں کے لئے کیوں نہیں مان لیتے۔

اب آپ ان آیتوں کا جواب سن لیں جو آپ نے پیش کی ہیں موت کا لفظ عربی میں کسی ذی روح کے لئے ہی نہیں بولا جاتا۔ بلکہ غیر ذی روح کے لئے بھی بولا جاتا ہے جیسا کہ آیا ہے یحیی الارض بعد موتھا کہ زمین کو موت کے بعد زندہ کیا۔ کیا زمین ذی روح ہے نہیں۔ اسی طرح اس آیت میں بھی ذی روح کے لئے نہیں کہا گیا۔ لہٰذا اس سے آپکا مطلب حاصل نہیں ہو سکتا۔

مردہ بے دین اور گمراہ کو بھی کہا جاتا ہے اور یہی یہاں مراد ہے۔ دوسری آیت سے بھی تناسخ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ تناسخ یہ نہیں کہ ٹکڑے ٹکڑے ایک چیز دوسری بنجائے بلکہ جسم میں جاتی اور پہر مدت کے پورا ہونے پر پیدا ہوتی ہے لیکن یہاں تو ایسا نہیں ہے اسلئے اس سے تناسخ کہاں ثابت ہوا۔ یہ مغضوبوں کو اسی طرح کہا گیا ہے جس طرح کسی بیوقوف کو گدھا کہا جائے۔

اب باقی رہا آپ کا چیلنج اسکی حقیقت بھی میں جانتا ہوں لیکن میں تو قادیان سے چلکر یہاں آیا ہوں اور مسافرت کی حالت میں ہوں اور آپ اپنی گھر بیٹھے ہیں اگر آپکو مباحثہ کا شوق ہے تو میں اسے بڑی خوشی سے پورا کر سکتا ہوں لیکن اسکے لئے یہ ہونا چاہیئے کہ آپ یہاں سے چلکر کسی ایسے مقام پر مباحثہ کریں جو میرے اور آپکے لئے مساوی فاصلہ پر ہو۔ اگر اسکے لئے آپ تیار ہیں تو میں بھی حاضر ہوں

چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کا لیکچر — میر صاحب کے لیکچر کا وقت ختم ہو جانے کی وجہ سے گفتگو بھی ختم ہو گئی اور ماسٹر عبد الرحیم صاحب کے عاشقانہ نظم پڑھنے کے بعد جناب چوہدری ظفر اللہ خان صاحب بی اے بیرسٹر ایٹ لا نے اپنی انگریزی تقریر ضرورت الہام پر شروع کی اور نہایت عمدگی اور قابلیت کے ساتھ بیان کیا کہ جس طرح آنکھوں کے لئے روشنی کانوں کے لئے ہوا کی ضرورت ہے اسی طرح مذہب کے لئے الہام کی ضرورت ہے اور کوئی مذہب اس وقت تک مذہب کہنے کے قابل ہی نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس میں الہام کا دروازہ نہ کھلا ہو۔ کیونکہ مذہب ایک ایسے راستہ کو کہتے ہیں جو خدا تک پہنچاتا ہے مگر خدا خود نہ بتائے کہ مجھ تک پہنچنے کے یہ طریق ہیں۔ تو کس طرح انسان اس تک پہنچ سکتا ہے پھر ہر ایک بات جو انسان کو پیش آنے والی ہو اسکے متعلق وہ خود کچھ نہیں جانتا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے لیکن خدا جو علیم اور حکیم ہے اور ہر بات کا پورا پورا علم رکھتا ہے وہی بتا سکتا ہے کہ کس طرح کرنے سے فائدہ اور کس طرح کرنے سے نقصان ہوگا۔

انسانی اور خدائی قانون کا مقابلہ — اسکے بعد آپنے دنیاوی حکومتوں کے قوانین کا خدا تعالےٰ کے قوانین کے ساتھ مقابلہ کر کے ان کے نقائص کمزوریاں بیان کرتے ہوئے کہا کہ دنیا کو الہام کی سخت ضرورت ہے تاکہ انسان نقصانات اور تکالیف سے محفوظ رہیں آپ نے فرمایا کہ دیکھو اگر کوئی انسان ایک سلطنت میں جرم کر کے دوسری میں چلا جائے تو وہ گورنمنٹ اسے کوئی سزا نہیں دے سکتی لیکن خدا تعالےٰ کے قبضہ اور اختیار سے انسان باہر نہیں نکل سکتا۔ اسلئے جو قانون اسکی طرف سے ہوگا وہی مکمل ہو سکتا ہے۔

الہام کے اثرات — اسکے بعد آپنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال پیش کی کہ دیکھو جب آپ مبعوث ہوئے تو دنیا کی کیا حالت تھی۔ ہر قسم کے جرائم اور برائیاں بڑی کثرت کے ساتھ پھیلی ہوئی تھیں لیکن آپ نے خدا تعالےٰ سے الہام پاکر ایسی اصلاح کی کہ سب برائیوں کو دور کر دیا یہ محض الہام الٰہی کی وجہ سے تھا کہ آپ نے جس برائی کے قلع قمع کا ارادہ کیا اسے دور کر دیا۔ پھر آپنے اپنے پیرووں کو وہ کچھ سکھایا کہ وہی لوگ جو ایک وقت دنیا میں جاہل اور وحشی سمجھے جاتے تھے۔ دنیا کے استاد بن گئے اور ہر علم کے ماہر ہو گئے۔

اس کے بعد آپنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیش کیا کہ دیکھو اس زمانہ میں علم کس قدر پھیلا ہوا ہے۔ ہر قسم کی ایجادیں ہو رہی ہیں۔ نئی نئی تحقیقاتیں ہو رہی ہیں۔ لیکن کیا باوجود اس کے برائیوں اور عیبوں میں کچھ کمی ہوئی ہرگز نہیں۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ کثرت ہو گئی اور ایسی کثرت ہوئی کہ جس کو کوئی فلاسفر کوئی عالم اور کوئی عقل کا مدعی دور نہ کر سکا۔ اسوقت خدا تعالےٰ نے ایک انسان کو کھڑا کیا اور الہام سے مشرف کر کے دنیا کی اصلاح پر مامور کر دیا۔ اس نے اپنے الہامات کو ساری دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور قبل از وقت بڑے بڑے عظیم الشان امور کی خبر دی۔ جو اپنے وقت پر پورے ہوئے۔ اس نے ایک جماعت تیار کی۔ جس کو پھیلی ہوئی برائیوں سے بچا کر خدا تعالےٰ کی ہستی کا پورا پورا یقین دلا دیا۔

جناب چوہدری صاحب نے حضرت مسیح موعود کی طاعون اور بنگالہ کے متعلق پیشگوئیاں پیش کیں اور بتایا کہ اس زمانہ میں خدا تعالےٰ اپنے پیارے اور پاک بندوں کو الہام کرتا ہے اسکے بعد ان اعتراضات کا نہایت خوبی اور عمدگی کے ساتھ جواب دیا۔ جو الہام کے متعلق کئے جاتے ہیں۔

اس تقریر کے دوران میں جبکہ چوہدری صاحب کا وقت ختم ہو گیا۔ جناب پریزیڈنٹ صاحب نے اعلان کیا کہ اگر کوئی صاحب کچھ پوچھنا چاہیں تو پوچھ سکتے ہیں۔ اور اگر کچھ نہ پوچھنا ہو۔ تو چوہدری صاحب اپنی تقریر جاری رکھیں۔ اسپر سامعین نے متفقہ آواز سے کہا کہ چوہدری صاحب اپنی تقریر جاری رکھیں اور مضمون ختم کریں۔ چنانچہ آپنے لیکچر جاری رکھا۔ اور نہایت کامیابی کے ساتھ سات بجے کے قریب ختم کیا۔ اس پر اس دن کے جلسہ کی کارروائی ختم ہوئی۔

۳۰ ستمبر ۱۹۱۷ء کی کارروائی

۳۰ ستمبر بروز اتوار صبح سے ہی بارش شروع ہو گئی نیز اسی دن ہمارے مقابلہ میں غیر احمدیوں نے جلسہ شروع کر دیا۔ تاکہ لوگ ہمارے جلسہ میں شریک نہ ہوں۔ اور جہانتک ان سے ہو سکا۔ انہوں نے لوگوں کو ہمارے جلسہ میں آنے سے روکا۔ اس لئے اگرچہ جلسہ کی کارروائی شروع کرتے وقت حاضرین کی تعداد تھوڑی تھی۔ لیکن دوران لیکچر میں کافی ہو گئی۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی تقریر کے وقت تو یہاں کے حالات کے ماتحت بہت زیادہ تھی۔

اس دن جلسہ کی کارروائی زیر صدارت جناب میر قاسم علی صاحب

دو بجے شروع ہوئی۔ مولوی ظل الرحمٰن صاحب (بنگالی) کے تلاوت قرآن کریم اور میاں فخر الدین صاحب کے حضرت مسیح کی نظم پڑھنے کے بعد جناب میر محمد اسحٰق صاحب نے اپنا لیکچر ختم نبوت پر قریباً اڑھائی بجے شروع کیا۔

ختم نبوت کا عقیدہ

آپ نے جس قدر تقریر فرمائی وہ پوری لکھ لی ہے جو انشاء اللہ عنقریب مفصّل طور پر شائع ہو جائے گی۔ یہاں میں جلسہ کی کارروائی کے ذیل میں مختصر طور پر اس کا ذکر کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اس چودہویں صدی میں دعویٰ کیا ہے کہ میں وہی مسیح ہوں۔ جس کے آنے کی خبر حدیثوں میں دی گئی ہے اور جس کے پہچاننے کی علامات بیان کی گئی ہیں۔ اس مسیح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی کہا ہے اسلئے میں نبی ہوں۔ اور ان تمام الفاظ کا مصداق ہوں جو آنے والے مسیح کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے ہیں۔ چونکہ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ مسیح اور نبی ہونے کا تھا۔ اسلئے دنیا آپ کی مخالفت پر اٹھ کھڑی ہوئی اور کہا کہ مسیح آسمان پر زندہ موجود ہے اسلئے تم مسیح نہیں ہو سکتے اور نبی اسلئے نہیں ہو سکتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا اسوقت میرے مضمون کا تعلق دعویٰ نبوت سے ہے اسلئے میں ان اعتراضوں کا جواب دونگا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے پر کئے جاتے ہیں نیز وہ دلائل بھی بیان کرونگا جس سے دروازہ نبوت کھلا ہوا ثابت ہوتا ہے۔

اسکے لئے ہمیں قرآن کریم کو دیکھنا چاہیئے کہ اس کا کیا فیصلہ ہے اور اس معیار پر حضرت مسیح موعود کو پرکھنا چاہیئے جو قرآن کریم نے مقرر کیا ہے۔ قرآن کریم سے پتہ لگتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کفار نے اعتراض کیا تو خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ تم یہ دیکھ لو کہ اگر ان کا اعتراض ایسا ہی ہے جیسا کہ پہلے نبیوں پر کیا گیا تو غلط ہے اور اگر ایسا نہیں تو پھر درست ہے۔ اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ کوئی ایسا اعتراض جو کسی پہلے نبی پر بھی ہو چکا ہو۔ اگر کسی مدعی نبوت پر کیا جائے تو وہ غلط اور جھوٹا ہوتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ مدعی نبوت جھوٹا ہے اب ہم دیکھتے ہیں کہ جو اعتراض حضرت مرزا صاحب پر کیا گیا ہے وہ آپ سے پہلے کسی نبی پر کیا گیا ہے یا نہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر کیا گیا ہے ان کو کہا گیا تہا کہ جب تک ایلیا آسمان سے نہ آئے ہم تجھے نہیں مان سکتے اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کو کہا گیا ہے۔ کہ یوسفؑ کے بعد تو نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ تم کس طرح نبی ہو سکتے ہو۔ یہی دونوں اعتراض حضرت مرزا صاحب پر کئے گئے ہیں۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ یہ غلط ہیں۔ اور آپکا دعویٰ سچا ہے۔

میرے لئے حضرت مرزا صاحب کی صداقت کے ثابت کرنے کے لئے یہی کافی تہا۔ لیکن چونکہ یہ ایک اہم مسئلہ ہے اسلئے اسی پر بس نہیں کرتا۔ بلکہ اور بہی بیان کرتا ہوں۔

اسکے بعد آپنے آیت خاتم النبیین کے معنی بیان کئے اور بتایا کہ اگر اسکے یہ معنی کئے جائیں کہ آنحضرت نے نبوت کا دروازہ بند کر دیا۔ تو اس آیت کے کچھ معنے ہی نہیں بنتے لیکن اگر اس کے یہ معنے کئے جائیں کہ نبیوں کی مہر نبیوں کے تصدیق کرنے والے تو پھر کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ یہ معنی نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے بعد آپنے ان کی تصدیق میں ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول پیش کیا اور دوسرا حضرت مسیح موعود کا۔ تاکہ غیر احمدی اور غیر مبائعین دونوں پر حجت ہو پھر اپنی تائید میں لغت کو پیش کیا۔

اسکے بعد نبوت کا دروازہ بند ہونے کے جو دلائل دیئے جاتے ہیں۔ ان کی نہایت عمدگی سے تردید فرمائی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و حضرت مسیح موعود کے اقوال کو ان کی تردید میں پیش کیا۔

ابھی آپ کا بہت سا مضمون باقی تہا۔ لیکن چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح تشریف لے آئے ہوئے تھے اور آپکی تقریر کا وقت ہو چکا تہا اسلئے میر صاحب نے چار بجے اپنا لیکچر ختم کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا لیکچر

حضور نے پورے پانچ بجے اپنا لیکچر "زندہ مذہب" پر شروع فرمایا اور ساڑھے چھ بجے تک نہایت زبردست اور پر عظمت لیکچر دیا۔ اگر میں یہاں اس کا خلاصہ تحریر کروں تو یقیناً اس لطف و سرور کو مہیا نہ کر سکونگا جو حضور کی ساری اور مکمل تقریر کے پڑھنے سے حاصل ہوگا اسلئے میں حضور کے لیکچر کے متعلق صرف چند اشاروں پر اکتفا کرتا اور احباب کرام سے وعدہ کرتا ہوں کہ انشاء اللہ بہت جلد حضور کی مکمل تقریر پیش کر دونگا۔

حضور نے پہلے زندہ مذہب کی تعریف بیان فرمائی اسکے بعد اسلام کو زندہ مذہب ثابت کیا۔ اور دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں اسے جو خصوصیات حاصل ہیں۔ ان کو پیش کیا اسلام کے زندہ مذہب ہونے کے ثبوت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود باجود پیش کیا۔ اور آپ کی چند پیشگوئیوں کو نہایت شرح اور بسط کے ساتھ بیان کرنے کے بعد فرمایا۔ کہ زندہ مذہب کا ایک زبردست ثبوت دعا کا قبول ہونا ہے اور اس بات کے ثابت کرنیکے لئے کہ کس مذہب کے انسان کی دعا خدا تعالےٰ سنتا ہے حضرت مسیح موعود نے تمام مذاہب کے لوگوں کو چیلنج دیا تھا کہ مقابلہ میں آکر دعا کر لیں۔ یہ چیلنج آپکی وفات کے بعد ختم نہیں ہو گیا۔ بلکہ میں بھی سب مذاہب کے لوگوں کو چیلنج دیتا ہوں کہ کچھ بیماروں کو قرعہ اندازی کے ذریعہ تقسیم کر لیا جائے اور ان کی صحت کے لئے مقابلہ میں آکر دعا کی جائے۔ پھر خدا تعالیٰ ثابت کر دیگا۔ کہ کونسا مذہب ایسا ہے۔ جس کے پیرو کی دعا سنتا ہے اور جس کی دعا سنیگا وہی زندہ مذہب ہوگا۔

اس چیلنج پر حضور نے لیکچر ختم کیا اور جلسہ برخواست ہوا اخیر میں میں تمام جماعت احمدیہ شملہ اور خاصکر مکرمی منشی برکت علی صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ شملہ کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ جلسہ کا انتظام نہایت عمدگی اور سلیقہ شعاری سے کیا گیا تہا۔ اور اپنی طرف سے لوگوں کے بلانے میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی گئی تہی۔ دعا ہے کہ خدا تعالےٰ اس جماعت کی دینی کوششوں میں بیش از بیش برکت ڈالے اور اپنے انعامات کا وارث بنائے۔

تصحیح ضروری

خطبہ عید الضحیٰ مطبوعہ الفضل ۲۳ میں کچھ غلطیاں رہ گئی ہیں کالم اول میں حدیث یوں تجلّی الاضحیٰ وَاخْرِ الفطرِ صفحہ، کالم اول میں ھٰھنا صحیح ہے اور صفحہ ۹ کالم اول میں بکرۃً ہے اور کالم ۲ میں انّ ھذا ہی صحیح ہے۔

خطبہ جمعہ

مومن کا بہشت

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ
(فرمودہ ۲۸۔ ستمبر ۱۹۱۷ء)

الفضل کے خاص قائم مقام نے بمقام شملہ قلمبند کیا

حضور نے سورۂ فاتحہ تلاوت فرمانے کے بعد کہا کہ مومن اور کافر میں یہ فرق ہے کہ مومن ہمیشہ اور ہر گھڑی خوش اور راحت میں ہی رہتا ہے۔ کوئی مصیبت۔ کوئی دکھ اور کوئی رنج اس کو غمزدہ نہیں کر سکتا۔ خائف اور محزون نہیں بنا سکتا۔ وہ ہر وقت اسی دنیا میں جنت میں رہتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ مومنین کے متعلق فرماتا ہے فادخلی فی عبادی۔ وادخلی جنتی ؎ تو اس دنیا میں خدا تعالیٰ مومن کو جنت میں داخل کر دیتا ہے۔ عید ایک خوشی کے دن کا نام ہے کیونکہ عید لوٹ لوٹ کر آنے والی چیز کو کہتے ہیں۔ یہ دعا ہے کہ فلاں وقت بار بار لوٹے۔ اور بار بار خوشی کی بات کے لوٹنے کی ہی خواہش کی جاتی ہے۔ نہ کہ غم اور تکلیف کی کسی کے ہاں اگر بیٹا ہو تو وہ خواہش کرتا ہے کہ ایسا موقعہ اسے پھر بھی نصیب ہو۔ یا اگر کسی کو مال ملے تو وہ چاہتا ہے کہ پھر اسے ایسا ہی وقت نصیب ہو۔ لیکن اگر کسی کے ہاں ماتم ہو تو یا مال چوری ہو جائے تو وہ کبھی خواہش نہیں کریگا کہ ایسا پھر بھی ہو۔ تو دوبارہ آنے کی خواہش اسی بات کی ہوتی ہے جو خوشی کی ہو۔ اور اسی کو عید کہتے ہیں لیکن مومن چونکہ ہر وقت ہی خوشی اور راحت میں ہوتا ہے اس کے لئے ہر وقت ہی عید ہوتی ہے۔ اور بعض عیدیں جو اسلام نے مقرر کی ہیں ان میں اور حکمتیں بھی رکھی گئی ہیں مثلاً جمعہ کا دن۔ عید الفطر اور عید الضحیٰ۔ ان میں بڑے بڑے سبق اور نصیحتیں رکھی گئی ہیں۔ ورنہ مومن کے لئے تو ہر روز اور ہر گھڑی ہی عید ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کو الحمد للہ رب العالمین کہکر شروع کیا ہے۔ اور پھر جب مومن آخری دفعہ خدا کے حضور پیش ہونگے تو خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ اس وقت وہ کہیں گے۔ آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین اس سے معلوم ہوا کہ انسان پہلے الحمد سے شروع کرتا ہے اور عمل کرتے کرتے اس کا خاتمہ بھی حمد پر ہی ہوتا ہے۔ تو اس سورہ میں یہ سبق رکھا گیا ہے کہ مومن ہمیشہ خدا کی حمد ہی کرتا رہتا ہے۔ اور وہ کبھی کسی ایسے غم اور مصیبت میں مبتلا نہیں ہوتا کہ وہ خدا کی حمد نہ کر سکے۔ اس سورہ میں ایک عجیب نکتہ بیان کیا گیا ہے۔ جو یاد رکھنے کے قابل ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے الحمد للہ رب العلمین کہ مومن انسان سے خدا تعالیٰ جو بھی معاملہ کرتا ہے وہ اسے آرام اور راحت پہنچانے والا ہی ہوتا ہے۔ جو تکلیف وہ اٹھاتا ہے وہ انسانوں ہی کی طرف سے اٹھاتا ہے دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر مارے گئے وطن سے نکال دیا گیا۔ اور طرح طرح کے دکھ پہنچائے گئے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ سے جو معاملہ کیا وہ ایسا ہی تھا کہ آپ کی زبان سے حمد اور تعریف ہی نکلتی تھی تو مومن کبھی خدا تعالیٰ کی حمد کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اس لئے مومن کی یہ علامت بیان کی گئی ہے کہ وہ ہر وقت اور ہر حالت میں خدا تعالیٰ کی حمد کرتا رہتا ہے۔ لیکن ایک ایسا شخص جس کے دل میں کوئی ناراضگی یا ناخوشی ہوتی اور وہ منہ سے الحمد للہ رب العلمین کہے تو وہ منافقت سے کہیگا۔ کیونکہ یہ بات اس کے دل کی نہیں نکل رہی ہوگی۔ دل میں تو وہ سخت ناخوش ہوگا اس لئے خدا تعالیٰ انسانوں کو ارشاد فرماتا ہے کہ تم مجھ سے اپنے معاملات ایسے بناؤ کہ تم سے ایسا سلوک کیا جائے کہ تمھارے منہ سے حمد ہی حمد نکلے۔ لیکن جو ایسے تعلقات نہیں رکھتا۔ اور دکھ تکلیف اٹھاتا ہے اس کے منہ سے حمد نہیں نکل سکتی۔ اور اگر نکلتی ہے تو اس کا دل اسکو ملامت کر رہا ہوتا ہے۔ تو ایک شخص کامل مومن اسی وقت ہوتا ہے جبکہ سچے دل سے خدا تعالیٰ کی حمد کرتا ہے اس وقت اس سے کوئی ایسا معاملہ نہیں کیا جاتا کہ اسے غم اور تکلیف ہو۔ چونکہ نماز میں کئی بار الحمد للہ کہا جاتا ہے۔ اس لئے نماز کو صحیح طور پر ادا کرنے کے اور مومن کامل بننے کی خاطر یہ ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ سے ایسا معاملہ ہو کہ جس پر خدا اس سے ایسا سلوک کرے کہ اس کے منہ پر حمد ہی حمد جاری رہے اور کبھی غمگین اور رنجیدہ نہ ہو خدا تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرماوے آمین

نظم

از جناب خانصاحب محمد ذوالفقار علیخانصاحب گوہر رامپوری

دلکش عالم بنے نقش و نگار شملہ
قابل دید ہے امسال بہار شملہ

بن گیا منزل محمود مقام مسعود
اے زہے بخت وزہے عزو وقار شملہ

وادیٔ شملہ ہوئی وادیٔ ایمن گویا
روکش گلشن گلزار ہے خار شملہ

نور محمود سے معمور ہوئے دشت و جبل
گونج اٹھا نعرۂ الحق سے دیار شملہ

قلۂ طور بنا وادی پر نور بنا
اے خوشا بخت ترا شملہ جوار شملہ

میرا محبوب یہاں آیا ہے مہماں ہوکر
شملہ والوں پہ فدا ہوں کہ نثار شملہ

کثرت رحمت باراں نے دکھایا یہ اثر
آٹھ دن میں ہوا کافور بخار شملہ

فیض دینی سے بھی امسال بہت کچھ پایا
فیض دنیا پہ تھا ابتک تو مدار شملہ

قدم ابن مسیحا سے یہ دولت پائی
بنگیا نور نظر گرد و غبار شملہ

دفعتاً ہادیٔ ناشاد کی بیماری سے[۵]
بزم احباب چھٹی صحبت یار شملہ

راتدن صحبت محبوب تھی اور گوہر تھا
بھول سکتے ہی نہیں لیل و نہار شملہ

۵ آپ کے صاحبزادے ہادی علی کی بیماری کا تار شملہ پر گیا تھا۔ جس کے باعث آپکو شملہ چھوڑنا پڑا۔ اسی کیطرف اشارہ ہے۔

مولوی محمد احسن امروہی کی علمی غلطیاں

(از مولانا غلام رسول صاحب راجیکی)

۱۲۔ اگست کے پیغام میں مولوی محمد احسن صاحب نے اپنے مقامات کے ذکر کرنے سے پہلے ایک رجز لکھا ہے اور وہ یہ ہے ؎

فِیكَ مَادَّۃٌ فَارُوقِیَّۃٌ
یُدْفَعُ مِنْھَا فِتْنَۃٌ جَالُوتِیَّۃٌ

اس رجز کا پہلا حصہ الہامی فقرہ ہے جو حضرت مسیح موعود پر بطور الہام اور وحی کے نازل ہوا اور دوسرا حصہ مولوی صاحب کا اپنا طبعزاد ہے۔ جس سے مولوی صاحب کے موجودہ علم و فضل۔ اور موجودہ قابلیت کا نمونہ ظاہر ہوتا ہے۔ آپ نے یَدْفَعُ کا صیغہ معروف فعل مضارع استعمال فرما کر فتنۃٌ کو اس کا فاعل ٹھیرایا ہے۔ اور یہ غلط ہے۔ کیونکہ یَدْفَعُ لازمی فعل نہیں بلکہ متعدی ہے۔ اور مولوی صاحب نے شاید ذہول عمر ہونے کی وجہ سے اسے لازمی سمجھ کر فتنۃٌ کو اس کا فاعل قرار دیا ہے جس کا مطلب اس صورت میں یہ ہوگا کہ جالوتی فتنہ اس سے دور ہوگا۔ لیکن یَدْفَعُ چونکہ متعدی ہے۔ اس لئے اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جالوتی فتنہ اس الہام کے ذریعہ یا اس الہام سے کسی چیز کو یا اس الہام کے بعض حصہ کو دفع کر دے گا۔ سو ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ اس صورت میں فتنہ کو فاعل استعمال کرنے سے مطلب کیا نکلتا ہے۔ اور اگر یدفع کو متعدی کے معنوں میں لیکر صیغہ معروف کی جگہ صیغہ مجہول استعمال کریں تو منہا جو جار مجرور ہے وہ غلط ٹھیرتا ہے کیونکہ منہا کے استعمال کرنے سے فقرہ کے یہ معنی ہونگے کہ جالوتی فتنہ اس الہام سے دفع کیا جائیگا۔ جس کا مِنْ کے لانے سے یہ مطلب ہوگا کہ اس الہام میں کوئی جالوتی فتنہ ہے۔ وہ اس میں سے دور کیا جائیگا۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ معنی بھی غلط ہیں۔ کیونکہ نفس الہام میں تو کوئی ایسا فتنہ نہیں۔ اور اگر کہا جائے کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ اس الہام کے ساتھ اور اس کے ذریعہ اور اس کی مدد سے فتنہ دور کیا جائیگا۔ تو اس صورت میں منہا کی جگہ بہا چاہئے تھا۔ کیونکہ ایسے معنوں کے لئے دفع اور اس کے مشتقات کے بعد حرف با کو لایا جاتا ہے۔ نہ حرف مِنْ کو۔ چنانچہ قرآن کریم میں اس کے نظائر موجود ہیں۔ دیکھو سورہ بقر آیت وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ دیکھئے اس جگہ مِنْ بعض نہیں فرمایا۔ بلکہ با کے استعمال سے ببعضٍ لایا گیا ہے۔ ایسا ہی دوسری جگہ سورہ حج کی آیت ذیل کو پڑھو وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّھُدِّمَتْ صَوَامِعُ الخ اس جگہ بھی دفع کے بعد مِنْ نہیں استعمال کیا بلکہ با کو استعمال فرمایا ہے۔ اب فقرہ قابل اصلاح بصورت صحت یوں ہوگا یُدْفَعُ بِھَا فِتْنَۃٌ جَالُوتِیَّۃٌ۔ جس کا یہ مطلب ہوگا کہ الہام فِیكَ مَادَّۃٌ فَارُوقِیَّۃٌ اپنے اندر وہ حقیقت رکھتا ہے کہ جس کے ذریعہ اور جس کی رو سے جالوتی فتنہ دفع کیا جائیگا گویا مولوی احسن صاحب کا اپنے شروع مضمون میں اس رجز کو لکھنا اس مطلب کا اظہار کرتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی جو مولوی صاحب موصوف کے موجودہ اعتقاد کے رو سے جالوت کافر کی طرح ہیں۔ ان کا وہ فتنہ جو انھوں نے مولوی صاحب کے صحیح الحواس ہونے کی حالت کے عقیدہ کی مطابق حضرت مرزا صاحب کو نبی اللہ ماننے اور پیش کرنے میں اٹھایا ہے اس فتنہ کو مولوی صاحب الہام مذکور کے ذریعہ سے دور کر دیں گے۔ یعنی الہام مذکور سے حضرت مرزا صاحب کے محدث ہونیکا ثبوت پیش کر کے آپ کی نبوت کو باطل کر دیں گے۔ سو مولوی صاحب کی وہ قابلیت کہ جس کا کسیقدر نمونہ ان کے رجز کے ظاہری الفاظ کی ترتیب اور صحت سے پیش کیا گیا ہے۔ . . . .

ناظرین نے اسے ملاحظہ فرماتے ہوئے سمجھ لیا ہوگا کہ مولوی صاحب کی موجودہ حالت اور موجودہ علم و فہم کس قسم کے اظہار رائے کا مستحق ہے۔ اب کچھ جالوتی فتنہ کے متعلق بھی سن لیجئے۔ کہ جالوتی فتنہ کی اصل حقیقت کیا ہے اور جالوت کون ہے۔ اور طالوت کون۔

سو واضح ہو کہ مولوی صاحب کے نزدیک حضرت مسیح موعود کو نبی سمجھنا یا ان کی نبوت کو پیش کرنا جالوتی فتنہ ہے۔ اور یہ وہی فتنہ ہے جس میں مولوی صاحب پیام فتنہ میں مبتلا ہونے سے پہلے ایک مدت تک رہکر خود بدولت شریف جالوت بنے رہے۔ اور قسمت کی بات ہے کہ مولوی صاحب بقول خود جدھر بھی رہے اور گئے آپکی مستک کے لئے یہی کلنک کا ٹیکہ نصیب میں ہوتا رہا کہ ہر حضرت مسیح موعود کی نبوت کا عقیدہ رکھنے سے اگر کہیں جالوت بنے۔ تو کہیں اس عقیدہ کے منکروں میں (جو بقول مولوی صاحب آل فرعون ہیں) داخل ہونے سے فرعون۔ اب ظاہر ہے کہ جس شخص کے عقائد کی اختلافی حالت بقول اس کے اسے جالوت سے فرعون اور فرعون سے جالوت بنا کر ان دو وصفوں کے دائرہ سے باہر قدم نہیں رکھنے دیتی۔ اس کے فتنہ سے بڑھ کر جالوتی فتنہ کا مصداق کون ہوگا۔

پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ جالوت کے معنی گھومنے والا کے ہیں۔ جس کے مفہوم میں عدم استقرار اور ادھر ادھر گشت لگانا بھی داخل ہے جو مولوی صاحب کے ارتداد اور فتنہ انگیزی کی طرف اشارہ کرتا ہے تو صاف طور سے معلوم ہو جاتا ہے کہ جالوت کون ہے اور جالوتی فتنہ کس کا فتنہ ہے۔

پھر علاوہ اس کے ظاہر ہے کہ جالوت کے مقابل طالوت تھا۔ اور طالوت اپنی قوم کے لئے ایک نبی کی معرفت خدا تعالیٰ کی وحی سے مبعوث ہوا تھا۔ جس کے متعلق ایک دنیا دار اور زر پرست گروہ نے نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ وَلَمْ یُؤْتَ سَعَۃً مِّنَ الْمَالِ کہکر محض مال کی کثرت اور قلت پر نظر کر کے اپنے تئیں وسعت مال کی وجہ سے افسری کا مستحق قرار دیا۔ اور طالوت کو قلت مال کی وجہ سے غیر مستحق ٹھہرایا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ کی وجہ سے اسے ترجیح ملی۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کو دیکھو کہ حضرت احمد نبی اللہ کی وحی اور الہام میں آپ کو فضل عمر قرار دیا گیا۔ اور بالصراحت بتایا گیا کہ خدا تعالیٰ آپ کو حضرت عمر کی خلافت جو فاروقی خلافت ہے۔ اس کا مرتبہ فضیلت عطا فرمائیگا۔ یعنی جیسے آنحضرت کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی ہوئے۔ اسی طرح آپ کو آنحضرت کے مظہر اتم حضرت احمد نبی اللہ

کے بعد خلیفہ ثانی بنایا جاویگا۔ جیسا کہ ظہور میں آگیا۔ اب اس صورت میں حضرت خلیفہ ثانی جو حضرت احمد نبی اللہ کی مقدس وحی کے رو سے فضل عمر اور معین خلیفہ ہیں جیسا کہ مولوی صاحب موصوف نے بھی آپ کے فضل عمر ہونے کی بار ہا اور بتکرار تحریری اور تقریری طور پر تصدیق کی تو اب مولوی صاحب سے ہی ہم پوچھتے ہیں کہ حضرت خلیفہ ثانی اس مماثلت میں طالوت بنتے ہیں یا جالوت۔ اور اگر علم صحیح اور عقل سلیم اسی بات کو قطع واجب کرتی ہے کہ حضرت فضل عمر طالوت ہیں نہ جالوت۔ تو اب آپ کے طالوت ہونے کے مقابلہ میں کون ہوگا۔ مولوی صاحب سمجھ کر آرام سے جواب دیں پس کیا یہ سچ نہیں کہ حضرت فضل عمر اور طالوت صفت خلیفہ کی مخالفت میں کھڑے ہو کر خود مولوی صاحب ہی اپنے تئیں جالوت ظاہر کر رہے ہیں۔ افسوس صد افسوس!!

پھر علاوہ اس کے حضرت مسیح موعود کی وحی کے حضرت خلیفہ ثانی کو فضل عمر قرار دینے سے حضرت مسیح موعود کا الہام فیك مادة فاروقية بھی حل ہو جاتا ہے۔ کہ حضرت ممدوح میں کن معنوں میں فاروقی مادہ تھا سو دوسرے الہام یعنی فضل عمر نے اس بات کو صاف کر دیا کہ آپ میں فاروقی مادہ انھیں معنوں میں تھا کہ آپ کے فاروقی صفات کا فرزند تولد ہونا تھا۔ جس نے حضرت عمر فاروق کی طرح حضرت مسیح موعود کے بعد آپ کا خلیفہ ثانی بننا تھا۔ سو الحمد للہ کہ یہ پیشگوئی وحی کے الفاظ کے مطابق لفظ بلفظ پوری اتری۔ وللہ الحمد

اب مولوی صاحب کا وہ رجز بھی ہمارے اس بیان کی تائید میں ہو گیا۔ کیونکہ مولوی صاحب نے فیك مادة فاروقية کے بعد یہ فقرہ رکھا تھا کہ یدفع منہا فتنة جالوتية جو بصورت صحت اس طرح ہے یدفع بہا الفتنة الجالوتية سو الحمد للہ کہ حضرت مسیح موعود میں جو حضرت فضل عمر کے فاروقی مادہ کے پائے جانے سے مادہ فاروقیت تھا اس نے اپنے وقت میں فضل عمر اور خلیفہ ثانی کی صورت میں ہو کر واقعی وہ کام کیا اور کمال دکھایا کہ مسیح موعود کی نبوت اور آپ کے بعد کی خلافت کے منکروں کو ہر طرح سے ہر میدان میں ہر مقابلہ میں نیچا دکھاتا رہا۔ اور جہاں جہاں اس جالوتی فتنہ نے سر اٹھایا وہیں اسے کچل دیا گیا۔

اب اس کے بعد ہم مولوی احسن صاحب کے مقدمات پر نظر کرتے ہیں۔ ان مقدمات میں جو کچھ مولوی صاحب نے لکھا ہے ہم اسے مع جواب ناظرین کی سہولیت کیلئے بطور قال اقول پیش کرتے ہیں۔

قال۔ آنحضرت صلعم مصداق ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین کے ہیں جس کی تفسیر و توضیح خود نبی کریم نے فرما دی ختم بی النبیون انا العاقب الذی لا نبی بعدہ ختم بی النبیین الا انہ لا نبی بعدی دجالون کذابون کلھم یزعم انہ نبی اللہ کلھم یزعم انہ رسول اللہ

اقول۔ یہ سچ ہے کہ آنحضرت آیت خاتم النبیین کے مصداق ہیں۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ آنحضرت نے ختم بی النبیون۔ اور انا العاقب الذی لا نبی بعدی بھی فرمایا ہے۔ لیکن ساتھ ہی مسیح موعود کو نبی اللہ فرما کر۔ اور صاحبزادہ ابراہیم کے متعلق لو عاش ابراھیم لکان صدیقا نبیا فرما کر یہ بھی تو بتا دیا ہے کہ آپ کے بعد اگر ایک قسم کی نبوت بند ہے تو ایک قسم کی نبوت کھلی بھی ہے۔ لا نبی بعدی کے ارشاد سے اگر تشریعی نبوت کے بند ہونے کا اظہار فرمایا ہے تو آیت خاتم النبیین۔ اور آیت صراط الذین انعمت علیھم اور آیت انعم اللہ علیھم من النبیین الخ کے رو سے مسیح موعود اور صاحبزادہ ابراہیم والی نبوت کے بقاء کی تصدیق فرما دی ہے۔ اور دجالون۔ کذابون کلھم یزعم انہ نبی اللہ کا یہ مطلب نہیں کہ اگر جھوٹے مدعی نبوت پیدا ہوں تو سچے مدعی نبوت کو بھی ان جھوٹوں کی طرح ہی سمجھ لیا جائے۔ اور نہ ہی اس کا یہ مطلب ہے کہ جھوٹے مدعیان نبوت کا وجود کسی سچے مدعی نبوت کے ظہور کا مانع ہے۔ بلکہ اس فقرہ کا تو صرف اتنا مطلب ہے کہ میرے بعد کچھ لوگ دجال کذاب ہونگے جو نبوت کا دعوے کرینگے۔ لیکن کہاں دجالوں کا دعوی نبوت اور کہاں حضرت مسیح موعود کا دعوئے نبوت ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

پھر لا نبی بعدی کے بعد کے معنی اگر غیر اور سوا کے لئے جاویں جیسا کہ بعض کتب لغت میں بعد بمعنی سوا بھی آیا ہے اور لا شئ بعدہ کے معنے لا شی سواہ لکھا ہے تو اس صورت میں لا نبی بعدی کے معنی ہوئے کہ میرے سوا اور میرے بغیر کوئی نبی نہیں۔ یعنی جب تک میری تصدیق نہ ہو تب تک کوئی مدعی نبوت اپنے دعوے میں سچا نہیں ہو سکتا۔ یا یہ کہ میرے بعد وہی نبی ہو سکتا ہے جو میرا بروز ہو۔ جس کا وجود در اصل میرا ہی وجود ہے۔ کیونکہ میرے سوا کسی غیر کے لئے جگہ نہیں۔ اور جھوٹے مدعیان نبوت کو بھی اسی لئے دجالون کذابون فرمایا گیا ہے کہ ان کا نبی ہونا آنحضرت کی تصدیق کے بغیر ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود کو چونکہ آپ نے نبی اللہ فرما کر آپکی تصدیق فرما دی اس لئے حضرت مسیح موعود کے دعوئے نبوت کو دجالون۔ کذابون کے دعوئے نبوت پر قیاس کرنا خود دجالوں اور کذابوں کا کام ہے۔ نہ کسی مومن متقی .... کا۔ پھر لا نفی جنس کبھی محل مخصوص کے لئے استعمال ہو کر محل مخصوص کی رعائت کے نیچے خاص معنی دیتا ہے۔ جیسا کہ تلخیص الصحاح جلد ۴ میں حدیث ذیل سے ظاہر ہے۔ وھو ھذا۔ مَنْ حَلَفَ علی معصیة فلا یمین لہ۔ یعنی جو کسی گناہ پر قسم کھائے تو اس کی کوئی قسم نہیں۔ اب دیکھو لا یمین کا لا بھی لا نبی کی قسم کا ہی ہے۔ لیکن اس کو نفی جنس کے معنوں میں لینا بالکل غیر مناسب ہے۔ کیونکہ اگر نفی جنس کے معنوں میں لیں کہ اس کی کسی قسم کی قسم بھی صحیح نہیں تو یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ الفاظ حدیث سے ظاہر ہے کہ لا یمین کا اثر صرف معصیت کی صورت میں ہے نہ اس سے باہر۔ اسی طرح حضرت علی کے متعلق انت منی بمنزلة ھارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی فرمانا حضرت علی کے مخاطبہ کی خصوصیت کے لحاظ سے لا نبی بعدی کا لا نفی لا یمین کے معنوں میں ہوگا۔ جس کا مطلب لا یمین کے طور پر صرف یہ ہوگا کہ علی مجھ سے بمنزلہ ہارون من موسی ہے۔ لیکن میرے بعد ہارون کی طرح وہ کوئی نبی نہیں۔ اب اس صورت میں لا نبی بعدی کے معنی صاف ہیں۔ فتدبر۔

آیت کس نے غلط لکھی

آج سے چھ سال پیشتر ریویو میں یا ایھا الناس انا خلقناکم کو یا ایھا الذین آمنوا مولوی محمد علی ایم۔ اے نے لکھدیا تھا جس کی مولانا شیر علی نے انہی دنوں میں تصحیح کر دی تھی۔ اہلحدیث کی خوردہ گیری کا مشغلہ اور بعد از وقت ہے۔

ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

(از جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل)

(ہمارے لنڈن مشن پر قدوائی کے اعتراضات اور انکے جواب)

یہ تو احباب کو معلوم ہے کہ جب سے جناب مفتی محمد صادق صاحب لنڈن تشریف لے گئے ہیں۔ خواجہ کو اپنے عقیق دجال پیٹنے کے سوا کچھ چارہ کار نہ رہا۔ اور اسے حضرت خلیفۃ المسیح کی رویا کے مطابق ایسی سخت ناکامی کا سامنا ہوا کہ ایک بھی شخص ان مہینوں میں اس کے ہاتھ پر مشرف باسلام نہیں ہوا۔ اس ندامت کا داغ مٹانے کے لئے سب سے پہلے ایک چھٹی اخبارات میں اس مضمون کی چھپوائی ہے کہ لارڈ ہیڈلے کے واقعہ سے مشن کی ترقی پر بہت برا اثر ہوا۔ (وکیل مورخہ ۳۔ اکتوبر ۱۹۱۷ء) پھر ہمارا لاڈلا خواجہ مسٹر مشیر حسین قدوائی کے کندھوں پر چڑھ کر ایک حملہ اور غالباً آخری حملہ احمدی جماعت پر کرتا ہے کہ ان قادیانیوں کا وجود اشاعت اسلام میں سخت رکاوٹ ڈال رہا ہے قادیانی بیچارے تو یہی کہتے ہیں کہ جو ان کے اور خواجہ کے مرشد و ہادی نے انہیں سکھایا تھا۔ البتہ یہ عذر جو لارڈ ہیڈلے کے متعلق بعد از وقت تراشا گیا ہے اس بات کی تمہید ہے کہ پچھلے دنوں جو خواجہ صاحب یا ان کے امیر قوم محمد علی اور حریف اعظم صدر الدین مرزا غلام احمد کو قادیان کے رہنے والے "مجدد" کو مسیح موعود اور رسول اپنی تحریروں میں لکھتے رہے ہیں یہ بھی ایک دماغی عارضہ تھا جو بدقسمتی سے ان مقدس وجودوں کو لاحق حال ہو گیا اور ان ایام میں وہ نہیں جانتے تھے کہ کیا کرتے ہیں۔ اور کیا کہتے ہیں بحمد اللہ اب صحت ہو رہی ہے۔ اور ایک حد تک ان مسیحان ملت سابق بیماران قوم کی حالت امید افزا ہے۔ خدا شفاء عاجلہ و صحت کاملہ سے ممتاز کرے۔ اللھم آمین۔ خیر یہ عذر جب پیش ہوگا دیکھا جائیگا فی الحال مجھے ۲۴۔ اکتوبر کے اس مضمون پر کچھ لکھنا ہے جو قدوائی صاحب نے لنڈن سے بھیجا۔ قدوائی صاحب کی ناقابل اپیل عدالت سے جو فرد جرم ہم وابستگان دامن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر لگا ہے وہ یہ ہے:۔

(ا) یہ لوگ کسی مسلمان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے

(ب) ان کا جنازہ نہیں پڑھتے (ج) مسلمانوں سے رشتہ و ناطہ کی ممانعت کرتے ہیں۔

۲۔ اپنے نام کے ساتھ احمدی لکھتے ہیں۔

۳۔ قادیان کو مدینۃ النبی لکھتے ہیں۔

۴۔ مرزا صاحب کو رسول کہتے ہیں

۵۔ مسلمانوں کو کافر اور خارج از اسلام کہتے ہیں۔

تجویز عدالت قدوائیہ قادیانی حضرات کو چاہئے کہ اگر وہ مرزا غلام احمد کو مانتے ہیں تو اپنے کو مسلمانوں کے گروہ میں داخل نہ سمجھیں۔

(ب) مرزا محمود کے پاس جب تک روپیہ ہے فروغ ہوتا رہیگا۔ پھر اللہ اللہ خیر صلا

میں نہایت ادب سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم مسلمانوں کی اقتداء ہی میں نماز پڑھتے ہیں۔ اور مسلمانوں ہی سے ہمارے رشتے ناطے ہوتے ہیں۔ اور میرا حسن ظن ہے کہ خواجہ صاحب اور ان کے رفقاء بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ ہاں اگر آپ کی اس سے یہ مراد ہے کہ جو سلسلہ احمدیہ میں داخل نہیں ان کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھتے تو ذرا تکلیف فرما کر "پکے مسلمان" اور شریعت نبوی کے عاشق" مولوی محمد علی صاحب یا مولوی صدر الدین صاحب کو تحریک کریں کہ وہ اگلا جمعہ بادشاہی مسجد یا وزیر خاں کی مسجد میں پڑھیں۔ جمعہ کو نہ جا سکیں تو نماز پنجگانہ میں سے کوئی سی نماز کسی حنفی یا اہلحدیث یا شیعہ مولوی کی اقتداء میں پڑھ دیں۔ تا ثابت ہو جائے کہ وہ ہر مسلمان کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں۔

لیکن اگر وہ بھی غیر احمدیوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اور ہم بھی نہیں پڑھتے جیسا کہ ہندوستان میں دونوں کے طرز عمل سے ثابت ہے (اور شریعت اسلام ولایت کے لئے کچھ اور نہیں۔ خاتم النبیین کا حکم عرب و عجم پر یکساں ہے) تو پھر آپ کے فیصلہ کے مورد بھی دونوں فریق ہونے چاہئیں۔ یہ نہیں کہ یار شراب خورد بہ زاہد نماز کرد۔ جنازہ کے متعلق بھی یہی عرض ہے کہ آخر لاہور میں کئی مولوی اور صوفی وفات پا چکے ہیں۔ کس کس کا جنازہ ان لوگوں نے پڑھا ہے۔ باقی رہا رشتہ ناطہ ہمارے ہاں مسلمانوں ہی کی لڑکیاں ہیں رشتہ دینے کی مثال ابھی تک آپ کے ہر سہ لیڈروں نے بھی قائم نہیں کی جب ایسا ہوگا۔ دیکھا جائیگا۔

۲۔ اپنے نام کے ساتھ احمدی لکھنا۔ اس گناہ میں بھی خواجہ صاحب کے رفقاء ہمارے شامل ہیں۔ ہاں وہ اعلان کر دیں کہ آئندہ سے ہم احمدی نہیں۔ تو پھر اپنی بریت کے وجوہات ہم پیش کر دیں گے۔

۳۔ قادیان کو مدینۃ النبی تو نہیں **مدینۃ المسیح** ضرور لکھا ہے مگر کیا فرمایا جائیگا۔ خواجہ صاحب اور ان کے رفقاء کے بارے میں کہ وہ ہفتہ میں دو مرتبہ اس فعل شنیع کا ارتکاب کرتے ہیں اور لاہور کو مدینۃ المسیح لکھتے ہیں کیا قادیان کو ایسا لکھنا منع ہے۔ اور لاہور کو جائز یا مدینۃ المسیح میں کوئی بات ہے کہ اس کی نسبت کسی شہر کیطرف نہیں ہونی چاہئے۔

۴۔ مرزا صاحب کو رسول کہنا اس کے لئے آپ ریویو آف ریلیجنز اس زمانہ کا دیکھیں جب مولوی محمد علی صاحب اس کو ایڈٹ فرماتے تھے۔ ایک دو حوالے میں بھی دیدوں۔

(۱) "یہی وہ آخری زمانہ ہے جس میں موعود نبی کا نزول مقدر تھا" (ریویو جلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۸۳)

ذرا خواجہ صاحب سے دریافت کرنا موعود نبی سے کون مراد ہے۔

۲۔ "فارسی الاصل (رجل من ابناء فارس) کے متعلق جو پیشگوئی وارد ہے ..... اس کی جڑھ قرآن شریف میں موجود ہے" دیکھو سورہ الجمعہ

"نیز آخری زمانے میں ایک ایسی قوم ہوگی جو ابھی ان میں شامل نہیں ہوئی .... اور ان میں بھی اسی طرح نبی مبعوث ہوگا" (جلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۹۶)

خواجہ صاحب سے پوچھیں کہ یہ مبعوث ہونے والا نبی کون ہے؟

۳۔ خواجہ غلام الثقلین کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"آپ کے مدعی نبوۃ کے خلاف میدان میں نکلے ہیں" (ریویو جلد ۴ صفحہ ۴۶۴)

یہ مدعی نبوت کون ہے اور کس کی حمایت ہو رہی ہے؟

۴۔ "وہ ایک شخص جو اسلام کا حامی ہو کر مدعی رسالت ہو" (ریویو جلد ۵ نمبر ۵ صفحہ ۱۶۶)

یہ مدعی رسالت مولوی محمد علی نے کس کو کہا

۵۔ "یہ تمام پیشگوئیاں اس امر میں متفق ہیں کہ پیغمبر آخر الزمان کا نزول ایسے زمانہ میں ہوگا" (ریویو جلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۱۰۱)

یہاں حضرت مرزا صاحب کو مولوی محمد علی نے **پیغمبر آخر الزمان** لکھا ہے۔ اب فرمائیے کہ آپ کے فرد جرم کا مستحق [illegible]

"بیغمبر مفسر اور شریعت اسلام کا سچا عاشق بھی ہے یا نہیں پھر خواجہ صاحب کا صحیفہ آصفیہ ابھی صفحہ ہستی سے ناپید نہیں ہوگیا۔ اس کے مندرجہ ذیل فقرات ملاحظہ ہوں۔ مثل الشذا۔۔۔ اب تو کل دنیا کے اہل الرائے ان موجودہ حادثات کو قہر الٰہی اور عذاب ہی ٹھہرا رہے ہیں۔ تو پھر وہ رسول اور نذیر کہاں ہے؟

(ب)

"اللہ کسی کو غیبی امور سے اطلاع نہیں دیا کرتا مگر مجتبے رسولوں میں جسے چاہے اسے بتلا دیتا ہے۔۔۔۔ جب واقعہ لیکھرام نے پیشگوئی کی صداقت پر مہر کردی تھی تو قرآن پر ایمان رکھنے والوں کا فرض تھا کہ اس غیب کی بات بتلانے والے کے مشن کو قبول کرتے"

فرمائیے جناب قدوائی صاحب یہ رسول یہ مجتبیٰ رسول خواجہ صاحب نے کس کو بنایا۔ صاف ظاہر ہے حضرت مرزا صاحب کو پس آپ کا فتویٰ کہ (۱) ایسے لوگوں کو اسلام سے بالکل خارج سمجھیں (۲) مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان کو بکلی الگ کردیں"

خواجہ صاحب کے لئے بھی ہے؟ یا صرف ہم غریبوں کے لئے۔ جو حضرت مرزا صاحب کو رسول و نبی ماننے ہیں اس لئے کہ وہ مسیح موعود ہیں اور آنے والے مسیح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی فرمایا ہے۔

پھر نبی و رسول ماننے کی اصل وجہ تو آپ کا مسیح موعود ہونا ہے ذرا خواجہ صاحب یہ اعلان تو کرا دیں کہ وہ حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود نہیں مانتے؟ تعجب ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو دعویٰ ہو کہ میں وہ مسیح ہوں جس کے آخری زمانہ میں نازل ہونیکا وعدہ خدا کی طرف سے مسلمانوں کو تھا اور وہ مہدی ہوں جس کے منتظر آج تک سب چلے آئے ہیں۔ جمہور اہل اسلام (سنی و شیعہ) کے خلاف اس دعوے کی تصدیق خواجہ صاحب کریں تو ان کے اسلام میں آپ کے نزدیک کچھ رخنہ نہ پڑے۔ اور جب ہم اس کے مصدق ہوں تو ہم کافر ہو جائیں اور اس قابل بھی نہ رہیں کہ ہمارے مضامین اخباروں میں چھپیں۔

۵۔ مسلمانوں کو خارج از اسلام کہنے کا الزام ہمیں دیا ہے۔ حالانکہ یہ محض افترا ہے۔ وہ مسلمان ہی کیا جو کسی مسلمان کو کافر کہے میں قدوائی صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ اہل قبلہ اور کلمہ گوؤں کی تکفیر ہمارا شیوہ نہیں۔ ہاں خود کوئی اپنے اندر وجہ تکفیر پیدا کرے۔ تو شریعت محمدیہ اپنا کام کریگی۔ ہمارا بس نہیں۔ وجوہات تکفیر وہی ہیں جو نبیوں کے سردار محمد رسول اللہ نے مقرر کیں۔ کوئی دوسرا ہرگز مجاز نہیں کہ ایک شمہ بھر بھی اس میں تبدیلی کرسکے۔

بوجوہات بالا اگر قدوائی صاحب اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہوگا۔ کیونکہ وہ اسلام کے سچے خادموں کو خارج از دائرہ اسلام قرار دیکر اور ان پر کفر کا فتویٰ لگا کر اپنے نحیف وجود پر ایک بہت بڑی ذمہ داری لے رہے ہیں۔ کیا یہ امر بیسویں صدی کے عجائبات میں سے نہیں کہ ایک شخص محض اس لئے ہماری مخالفت کرنا کار ثواب سمجھتا ہے کہ ہم اہل قبلہ اور کلمہ گو دوں کو کافر کہتے ہیں اور خود ہمیں کافر کہتا ہے کیا ہم خانہ کعبہ کو قبلہ نہیں بناتے۔ کیا ہم لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہیں پڑھتے۔ کیا مفتی صاحب جن انگریزوں کو اسلام میں لاتے ہیں۔ ان سے یہی کلمہ نہیں پڑھواتے؟ کیا ہم پانچ نمازیں نہیں پڑھتے۔ ۳۰ روزے نہیں رکھتے۔ خدا کے تمام نبیوں پر حشر و نشر پر ایمان نہیں لاتے۔ پس ہمیں کیوں خارج از اسلام اور ایسے کافر کہا جاتا ہے کہ مسلمانان عالم کو تحریک کیجاتی ہے ہمیں یکدم بائیکاٹ کردینے کی بجائیکہ ہم ایک غریب جماعت کے افراد اپنی حلال کی کمائی سے اس مشن پر روپیہ خرچ کررہے ہیں۔ آپ لوگوں سے چندہ نہیں مانگتے۔ کسی نواب یا راجہ کی آستاں بوسی کا ارادہ بھی نہیں۔ ہر ہفتے ایک دو انگریز اسلام لاتے ہیں۔ اور آپ دو کنگ میں بیٹھے یہ اعلان کررہے ہیں کہ ہمارا وجود اشاعت اسلام میں سخت روک ہے۔ یہاں بھی خواجہ صاحب نے کہا تھا کہ ہندوستان میں احمدیت کی اشاعت میں ہم روک ہیں حالانکہ جنوری ۱۹۱۷ء سے لیکر تادم تحریر **گیارہ سو آدمی** جن کے پتے محفوظ ہیں اور نام شائع ہوچکے ہیں سلسلہ احمدیہ میں آپ کے مخصوص ہمارے محمود کے دست حق پرست پر داخل ہوچکے ہیں اور خواجہ پارٹی کے تین حلیفوں اور ایک امیر قوم کی سر توڑ کوششوں کے باوجود چالیس آدمی بھی سلسلہ احمدیہ میں داخل نہیں ہوئے اسی طرح لندن کا حال ہے۔ قدوائی صاحب حسد کی آگ میں جل جل کر کوئلہ بننے سے کچھ فائدہ نہیں۔ خدا کی کھلی کھلی تائید و نصرت جس فریق کے ساتھ ہے۔ آپ بھی اس میں شامل ہو جائیے ورنہ یاد رکھو کہ منہ کی پھونکوں سے آسمانی نور نہیں بجھا کرتے خاک ڈالنے سے چاند کا کچھ نہیں بگڑتا۔ خاک اڑانے والے ہی کے سر پر پڑتی ہے۔ آپ سے لکھوایا گیا ہے کہ محمود کے پاس جبتک روپیہ ہے اس کی ذاتی اغراض کو فروغ رہیگا پھر اللہ اللہ خیر صلاح۔ اس کا جواب میں نہیں دیتا۔ وہ خدائے قہار جو اپنے بندوں کے لئے غیرتمند ہے دے گا۔ اور آپ کو دکھائیگا کہ روپیہ پر کس کا کارخانہ چلتا تھا اور خلوص پر کس کا فانتظروا انی معکم من المنتظرین

آپ نے ہمیں "لڑکے کی ملازمت کا" طعنہ دیا ہے۔ اس کی حقیقت تو خواجہ صاحب ہم سے بہتر جانتے ہیں۔ البتہ آپ اپنی فکر کیجیے کہ دوکنگ میں رہنے کی آپ ہی کے بھائی بندوں میں کیا تاویل ہو رہی ہے۔ اور اس صورت میں آپ کی مدحت سرائی کی جو وقعت رہجاتی ہے وہ معلوم۔

اخیر میں مجھے پیغام والوں سے یہ عرض کرنا ہے کہ قدوائی صاحب کی عدالت تجویز کرتی ہے

"اگر تم مرزا غلام احمد کو مانتے ہو تو اپنے کو مسلمانوں کے گروہ میں داخل نہ سمجھو"

اب کہو کیا ارادہ ہے۔ قدوائی مسلمانوں کے گروہ میں داخل ہونا ہے یا مرزا صاحب کو ماننا ہے ع

این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

ضرورت عقد ثانی

ایک احمدی جس کی زوجہ اولیٰ موجود ہے اس کے ۲ بچے ہیں معقول ملازمت سرکاری رکھتا ہے۔ بوجہ ضرورت شرعی و قیام تقویٰ کے عقد ثانی کا خواستگار ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ لڑکی باکرہ ہو۔ اگر بیوہ ہو تو بھی کچھ حرج نہیں ہے۔ ہاں تیس برس سے زیادہ عمر کی نہ ہو اور کوئی اولاد نہ رکھتی ہو۔ احمدی ہو۔ زوجہ اولیٰ احمدی ہے۔ حضرت خلیفۃ ثانی کی بیعت میں داخل ہے۔ خط و کتابت بذریعہ اکمل قادیان کیجاوے۔ (احمدی)

باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر مالکان کیلئے شائع ہوا